44

احمدیت کی ترقی بغیر قربانی اور بغیر وقف کے نہیں ہو سکتی

حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے

(فرمودہ 30 دسمبر 1949ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج میں ایک اَور مضمون کے متعلق خطبہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب میں خطبہ پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے لگا تو مجھے ایک تار ملی۔ وہ تار مجھے مِل تو ایک دو گھنٹہ پہلے گئی تھی لیکن پڑھی نہیں جاتی تھی۔ بعد میں دفتر والوں نے مل کر اسے پڑھا۔ اس تار سے ایک افسوس ناک خبر ملی ہے جس کی وجہ سے میں نے خطبہ کے موضوع کو بدل دیا۔ اب میں اسی بارہ میں خطبہ پڑھنا چاہتا ہوں۔

یہ تار جس کا میں نے ذکر کیا ہے ماریشس سے آئی ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے وہاں کے مبلغ حافظ جمال احمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اچانک بیماری آئی ہے کیونکہ اِس سے پہلے ان کی بیماری کی کوئی خبر نہیں آئی۔ حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ ماریشس بھیجے گئے تو اُس وقت جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اِتنی کمزور کہ ہم کسی مبلغ کی آمد و رفت کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے تحریک کی کہ کوئی دوست اس ملک میں جائیں۔ اِس پر حافظ صاحب مرحوم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا

یا کسی اَور دوست نے تحریر کیا کہ حافظ جمال احمد صاحب کو وہاں بھیج دیا جائے۔ چونکہ پہلے وہاں صوفی غلام محمد صاحب مبلغ تھے اور وہ حافظ تھے اس لیے احبابِ جماعت نے وہاں ایک حافظ کے جانے کو ہی پسند کیا۔ گو صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے تھے اور اُن کی عربی کی لیاقت بھی بہت زیادہ تھی اور حافظ جمال احمد صاحب غالباً مولوی فاضل نہیں تھے ہاں! عربی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اور قرآن کریم حفظ کیا ہوا تھا لیکن بہرحال انہیں صوفی صاحب کی جگہ مبلغ بنا کر ماریشس بھیج دیا گیا۔ حافظ صاحب مرحوم کی شادی مولوی فتح الدین صاحب کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی جنہوں نے شروع میں پنجابی میں کامن 1 لکھے اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے کے تعلق رکھنے والے دوستوں میں سے تھے۔ ان کے سسرال کے حالات کچھ ایسے تھے کہ ان کے بعد ان کے بیوی بچوں کا انتظام مشکل تھا اس لیے انہوں نے مجھے تحریک کی کہ انہیں بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ اُس وقت سلسلہ کی مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ پیسے پیسے کا خرچ بوجھل معلوم ہوتا تھا اور اُدھر حافظ صاحب مرحوم کی حالت ایسی تھی کہ انہیں اپنے بیوی بچے اپنے پیچھے رکھنے مشکل تھے میں نے کہا کہ میں آپ کو بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دیتا ہوں مگر اِس شرط پر کہ آپ کو ساری عمر کے لیے وہاں رہنا ہوگا۔ اُس وقت کے حالات کے ماتحت انہوں نے یہ بات مان لی اور سلسلہ اور اُن کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد جب ان کے لڑکے جوان ہوئے اور لڑکی بھی جوان ہوئی تو انہوں نے مجھے تحریک کی کہ میرے بچے جوان ہو گئے ہیں اس لیے ان کی شادی کا سوال درپیش ہے آپ مجھے واپس آنے کی اجازت دیں تا بچوں کی شادی کا انتظام کرسکوں۔ لیکن میری طبیعت پر چونکہ یہ اثر تھا کہ وہ یہ عہد کر کے وہاں گئے تھے کہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اس لیے میں نے اُنہیں لکھا کہ آپ کو اپنے عہد کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنا عہد یاد ہے لیکن میری لڑکی جوان ہوگئی تھی جس کی وجہ سے مجھے واپس آنے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں یہیں رہوں تو میں اپنی درخواست واپس لے لیتا ہوں۔ بعد میں محکمہ کی طرف سے بھی کئی دفعہ تحریک کی گئی کہ انہیں واپس بلا لیا جائے لیکن میں نے ہمیشہ یہی کہا کہ انہوں نے عہد کیا ہوا ہے اور اُس عہد کے مطابق انہیں وہیں کا ہو رہنا چاہیے۔ ابھی کوئی دو ماہ ہوئے میں نے سمجھا کہ چونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اور اب نیا مرکز بنا ہے اس لیے ان کو بھی

نئے مرکز سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دینا چاہیے میں نے انہیں یہاں آنے کی اجازت دے دی اور محکمہ نے انہیں واپس بُلوا بھیجا لیکن خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ جب تک ان کی اپنی خواہش واپس آنے کی تھی وہ زندہ رہے۔ چونکہ وہ آخری اختیار رکھنے والے نہیں تھے اس لیے اپنی خواہش کے مطابق وہ واپس نہیں آسکتے تھے۔ لیکن جب میں نے اجازت دے دی تو خدا تعالیٰ نے کہا اب ہم اپنا اختیار استعمال کرتے ہیں اور انہیں وہیں وفات دے دی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے واقعات اپنے اندر ایک نشان رکھتے ہیں۔ ایک شخص عہد کرتا ہے اور سالہا سال تک اُس پر پابند رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ اُسے توڑتا نہیں مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے واپس آنے کی اجازت مانگتا ہے لیکن میں اصرار کے ساتھ اُن کی درخواستیں ردّ کرتا چلا جاتا ہوں اور وہ چُپ کر جاتا ہے۔ پھر محکمہ بھی اُس کے بُلانے پر اصرار کرتا ہے لیکن میں اُسے واپس بُلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ بھی نہیں کہ حافظ صاحب کوئی بڑی عمر کے تھے۔ شاید وہ مجھ سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے جب خود واپس آنا چاہا تو میں نے ان کی درخواستیں ردّ کر دیں۔ جب محکمہ نے اُن کے واپس بُلانے پر اصرار کیا تب بھی میں نے اصرار کیا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ لڑکوں کے متعلق انہوں نے اصرار کیا کہ ان کی تعلیم کا حرج ہو رہا ہے تو میں نے کہا اچھا! انہیں یہاں بھیج دو۔ چنانچہ اُن کا ایک لڑکا لاہور پڑھتا ہے اور سلسلہ کی طرف سے اُسے امداد دی جاتی ہے۔ لیکن قادیان سے نکلنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ انہوں نے نیا ماحول تو دیکھا نہیں اس لیے انہیں واپس بلا لیا جائے اور اس نئے ماحول سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ میں نے انہیں واپس آنے کی اجازت دی۔ لیکن جب اِس حکم پر عمل کرنے کا وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں واپس بُلا لیا تا وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے بنیں اور فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ[2] کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اِس آیت قرآنیہ میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کچھ تو ایسے صحابہؓ ہیں جنہوں نے موت تک اپنے عہد کو نباہا ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ[3] اور کچھ ایسے ہیں کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ انہیں موقع ملے تو وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔

یہ آیت کسی صحابیؓ پر خصوصیت کے ساتھ چسپاں نہیں ہوتی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ آیت بعض صحابہؓ پر خاص طور پر چسپاں ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت مالکؓ ایک صحابی تھے

جو کسی اتفاق کی وجہ سے جنگِ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ چونکہ اُس وقت حالت ایسی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ پر جانے کا اعلان نہیں فرمایا تھا اس لیے بہت کم انصار آپ کے ساتھ گئے تھے۔ آپ کی شمولیت میں پہلی جنگ جنگِ بدر ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو معجزانہ طور پر فتح دی اور اس میں مشرکینِ عرب کے بڑے بڑے لیڈر مارے گئے تھے۔ اس لیے جو لوگ اس جنگ میں شامل ہوئے انہیں خاص فخر محسوس ہوتا تھا اور وہ بعد میں اپنے کارناموں کو بڑے مزے لے کر بیان کرتے تھے۔ اور جو شامل نہیں ہوئے تھے وہ پوچھتے تھے کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ لڑائی میں شامل ہونے والے صحابہؓ جب واقعات سناتے تو جوش میں کہتے یوں مشرکین کا لشکر آیا، یوں ہم شیروں کی طرح اُن پر لپکے اور اُن کو مار بھگایا۔ جو صحابہؓ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے انہیں اپنے آپ پر غصہ آتا۔ اس لیے کہ وہ کیوں اس جنگ میں شریک نہ ہوئے اور کیوں ثواب سے محروم ہوئے۔ دوسرے صحابہؓ تو شرما کر چُپ ہو جاتے لیکن حضرت مالکؓ کی طبیعت جوشیلی تھی آپ عشق میں ہر اُس صحابیؓ سے جو اس جنگ میں شریک ہوا تھا جنگ کے حالات پوچھتے۔ جب وہ کہتے کہ فلاں فلاں جنگ میں شریک ہوا، دشمن کے لشکر میں بہت بڑے بڑے جرنیل تھے اور سامانِ جنگ سے وہ آراستہ تھا اور اُس کے مقابلہ میں ہم بے سروسامان تھے مگر ہم نے شیروں کی طرح اُن پر حملہ کیا اور انہیں مار بھگایا۔ فلاں فلاں لیڈر جنگ میں مارا گیا۔ حضرت مالکؓ واقعاتِ جنگ سنتے رہتے۔ جب وہ واقعات بیان کر چکتے تو فرماتے ہوں! یہ بھی کوئی بہادری ہے۔ اب اگر کوئی جنگ ہوئی تو میں دکھاؤں گا کہ بہادری کیا ہوتی ہے۔ غرض آپ باتیں سنتے اور بعد میں بڑی حقارت کے ساتھ کہہ دیتے یہ بھی کوئی بہادری ہے۔ بظاہر یہ کمزوریٔ ایمان کی علامت تھی کہ جو کام کر آئے اُس کی کوئی قیمت نہیں اور جو بیٹھا رہے وہ باتیں بنائے۔ لیکن حضرت مالکؓ کے نزدیک یہ بڑ نہیں تھی بلکہ انہیں جنگ میں شریک ہونے والوں پر رشک آتا تھا کہ کیا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مجھ سے زیادہ عاشق ہیں؟ بوجہ اس کے کہ اُن کا یہ رویہ عاشقانہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ پر زجر نہیں کی بلکہ اُن کی اِس روح کی تعریف کی۔ چنانچہ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ مالکؓ لاف زنی نہیں کرتے تھے، سچے عاشق تھے۔

بدر کے بعد جب اُحد کی جنگ ہوئی تو مالکؓ بھی شریک ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ہوگئی۔ فتح کے بعد بعض صحابہؓ کھانے وغیرہ میں لگ گئے کیونکہ وہ

بھو کے تھے اور بعض غنیمت اکٹھی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ایک درّہ پر کچھ صحابی کھڑے کیے گئے تھے جنہیں یہ حکم تھا کہ خواہ کچھ ہو وہ اُس جگہ سے نہ ہلیں۔ان سے بھی غلطی ہوئی۔دشمن کو بھاگتا دیکھ کر انہوں نے کہا چلو! تھوڑا سا جہاد ہم بھی کرلیں اور وہ جہاد کے شوق سے اپنی جگہ چھوڑ کر میدانِ جنگ کی طرف بھاگے۔اُس وقت درہ کو خالی پا کر دشمن کے لشکر نے مسلمانوں پر پیچھے سے آ کر حملہ کر دیا۔ مشرکین تین ہزار کی تعداد میں تھے اور مسلمانوں کا لشکر پہلے ہی چھوٹا تھا اور پھر فتح کے بعد منتشر ہو گیا تھا۔بہت تھوڑی تعداد میں صحابیؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اردگرد جمع تھے۔اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمان اس کی تاب نہ لا سکے اور منتشر ہو گئے۔یہاں تک کہ ایک وقت میں صرف بارہ آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اردگرد رہ گئے۔انہوں نے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن تین ہزار کے مقابلہ میں چند آدمیوں کی مجال ہی کیا ہے۔ایک ایک آدمی پر جب سَو سَو حملہ آور ہو گئے تو وہ کہیں کے کہیں جا پڑے۔کچھ تو پیچھے دھکیل دیئے گئے اور کچھ زخمی ہو کر گر گئے۔آخر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی زخمی ہو کر گرے اور جو آدمی آپ کی حفاظت کر رہے تھے وہ بھی ایک ایک کر کے زخمی ہو کر آپؐ پر گرتے چلے گئے اور آپ لاشوں کے ڈھیر میں دب گئے۔4 یہ حالت دیکھ کر کسی صحابی نے دَوڑ کر خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔5 مدینہ تک جو اُحد سے آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا یہ خبر پہنچی۔عورتیں اور بچے دیوانوں کی طرح اُحد کی طرف دوڑ پڑے۔مگر سپاہیوں کو جو فتح کے بعد میدان سے ہٹ کر ستا رہے تھے اور جو تھوڑی بہت خوراک ساتھ تھی اُسے کھا رہے تھے جب یہ خبر پہنچی تو وہ بہت حیران ہوئے کہ ہم تو فاتح تھے ہماری فتح شکست سے کس طرح بدل گئی؟ وہ لوگ جو دھکیلے گئے تھے اُن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔آپ ایک پتھر پر بیٹھ گئے اور اپنی ہتھیلیوں پر سَر رکھ کر رونے لگ گئے۔حضرت مالکؓ فتح کے بعد میدان سے ہٹ کر پیچھے چلے گئے تھے۔آپ نے کھانا کھایا ہوا نہیں تھا۔غریب آدمی تھے چند کھجوریں جیب میں تھیں وہی کھا رہے تھے اور ٹہل رہے تھے۔ ٹہلتے ٹہلتے آپ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کو روتے دیکھ کر کہا عمر! یہ رونا کیسا؟ کیا آپ اسلام کی فتح پر رو رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا مالک! تمہیں معلوم نہیں بعد میں کیا ہوا؟ حضرت مالکؓ نے کہا مجھے تو کچھ پتا نہیں صرف اتنا پتا ہے کہ اسلام کو فتح ہوئی۔حضرت عمرؓ نے فرمایا مالک! دشمن پھر لَوٹا اور مُٹھی بھر مسلمانوں پر جو وہاں تھے حملہ آور ہوا۔وہ حملہ کی تاب نہ لا سکے۔کچھ مسلمانوں نے مقابلہ کی

کوشش کی مگر کچھ پیچھے دھکیل دیئے گئے اور کچھ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اب خبر آئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت مالکؓ ساری کھجوریں کھا چکے تھے صرف ایک کھجور باقی تھی جو ہاتھ میں تھی۔ وہ حیرت سے کہنے لگے عمر! اگر یہ ٹھیک ہے تب بھی یہ وقت رونے کا نہیں۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ اب ہمارا اِس دنیا میں رہنا بیکار ہے۔ جہاں ہمارا محبوب آقا گیا وہیں ہم کو جانا چاہیے۔ پھر وہ کھجور جو باقی تھی انگلیوں میں پکڑ کر کہنے لگے میرے اور جنت کے درمیان تیرے سوا اَور ہے ہی کیا؟ یہ کہہ کر آپ نے کھجور پھینک دی اور تلوار لے کر اکیلے ہی تین ہزار کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ یہ ظاہر ہے کہ تین ہزار کے مقابلہ میں ایک کر ہی کیا سکتا ہے؟ آخر آپ شہید ہو گئے۔ کچھ دیر بعد مسلمان لشکر اکٹھا ہو گیا اور دشمن کو دوبارہ شکست ہوئی اور وہ واپس لَوٹ گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا زخمیوں اور مقتولوں کا پتا لگاؤ۔ جب زخمی اور مقتول جمع کیے گئے تو مالکؓ کا کہیں پتا نہ لگا۔ حضرت عمرؓ نے سارا واقعہ بتایا کہ وہ اِس اِس طرح دشمن کے لشکر میں گھس گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر تلاش کرو۔ تلاش پر ایک لاش کے ٹکڑے مختلف جگہ سے ملے۔ آپؐ نے حضرت مالکؓ کی بہن کو بُلوایا کہ وہ اپنے بھائی کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ انہوں نے ایک انگلی سے انہیں پہچانا۔ آپ کے جسم کے 70 ٹکڑے ہو گئے تھے۔6 انگلی انگلی اُڑ گئی تھی، بوٹی بوٹی کا قیمہ ہو گیا تھا، ہڈی ہڈی کٹ گئی تھی۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ یعنی ہمارے رسولوں کے ماننے والوں میں سے کچھ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے نذریں مانیں اور انہوں نے نذروں کو پورا کر دیا۔ جیسے حضرت مالکؓ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو میں دکھاؤں گا کہ عاشق کیسے قربانی کرتا ہے۔ ننانوے فیصدی نذریں ماننے والے جھوٹے ہوتے ہیں مگر مالکؓ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے نذر مانی اور اسے پورا کر دیا۔ پھر فرماتا ہے کہ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ لوگ اتنے ہی تھے جو مر گئے۔ نہیں! ایک جماعت ابھی باقی ہے جو اس انتظار میں ہے کہ موقع ملے تو وہ بھی اپنے عہد کو پورا کرے۔

ہماری جماعت میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کیے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حافظ جمال احمد صاحب بھی اُنہی میں سے تھے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ۔ وہ یہاں سے عہد کر کے گئے تھے کہ وہ وہیں کے ہو رہیں گے۔

جب ہم نے چاہا کہ وہ آجائیں تو خدا تعالیٰ نے کہا نہیں میں ان کا عہد پورا کروں گا۔ ماریشس ایک ایسا ملک ہے جہاں بہت ابتدا سے ہمارے مشنری جا رہے ہیں۔ میری خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال سے وہاں مشنری جا رہے ہیں۔ ایسے پرانے ملک کا بھی یہ حق تھا کہ وہ کسی صحابی یا تابعی کی قبر اپنے اندر رکھتا ہو۔ ہم شرک نہیں کرتے، ہم قبروں سے مٹیاں لینے والے نہیں، ہم قبروں پر پھول چڑھانے والے نہیں۔ ہمیں تو یہ بھی سن کر تعجب آتا ہے کہ ابنِ سعود کے نمائندے بھی قبروں پر پھول چڑھانے لگ گئے ہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ اگر کوئی پھول چڑھانے کی مستحق قبر تھی تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر تھی۔ کیا حضرت ابوبکرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپؐ کی قبرِ مبارک پر پھول چڑھاتے؟ کیا حضرت عمرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپ کے مزار پر پھول چڑھاتے؟ اگر آپؐ کے مزار پر ان بزرگوں نے پھول چڑھائے ہوتے تو ہم اپنے خون سے پھولوں کے پودوں کو سینچتے تا آپؐ کے مزار پر پھول چڑھائیں۔ مگر افسوس زمانے بدل گئے اور ان کی قدریں بدل گئیں لیکن ہم موحّد ہیں مشرک نہیں۔ بلکہ ہمیں تو ان موحّدوں پر افسوس آتا ہے جو توحید پر عمل کرتے تھے لیکن اب ان کے نمائندے قبروں پر جاتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں۔ دنیا میں جو لوگ اچھے کام کر جاتے ہیں اُن کی قبروں پر جانا اور اُن کے لیے دعائیں کرنا ہی اُن کے لیے پھول ہیں۔ گلاب کے پھول ان کے کام نہیں آتے عقیدت کے پھول ان کے کام آتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتے ہیں اُن کے مزاروں پر دعا کرنا بسا اوقات بہت بڑی برکتوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ ان سے مانگنا جائز نہیں۔ ہاں! اُن کی قربانی یاد دِلا کر خدا تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔ جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ہم آپؐ کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اب وہ تو ہمارے پاس نہیں ہیں اُن کے چچا عباسؓ کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ اِس قحط کو دور فرما۔ جیسے لوگ کہتے ہیں بچوں کا صدقہ۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ سے بھی اُس کے پیاروں کا واسطہ دے کر مانگنا جائز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ماریشس اِس بات کا مستحق تھا کہ اس میں کسی صحابی یا کسی ایسے تابعی کی جس کا زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچتا ہو قبر ہو تا وہ اس کے مزار پر خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ میں نے صحابی یا تابعی اس لیے کہا ہے کہ مجھے معلوم نہیں

کہ حافظ صاحب مرحوم صحابی تھے یا نہیں۔ جب سے میں انہیں دیکھتا رہا ہوں وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا زمانہ تھا اور اگر میرے دیکھنے پر اس کی بنیاد ہو تو وہ تابعی تھے۔

میں دوسرے نوجوانوں کو بھی اِس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ احمدیت کی ترقی بغیر قربانی اور بغیر وقف کے نہیں ہو سکتی۔ انہیں بھی اس چیز کا احساس ہونا چاہیے۔ سینکڑوں ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کیا مگر سینکڑوں انتظار کرنے والے بھی آگے آئیں تا اُن کے نام خدا تعالیٰ کے رجسٹر میں لکھے جائیں''۔ (الفضل 12 فروری 1950ء)

---

1 : کامن: (i) پنجابی لوگ گیتوں کی ایک صنف (ii) نوحہ، بین (پنجابی اردو لغت مرتبہ تنویر بخاری صفحہ 110 مطبوعہ لاہور 1989ء)

2، 3: الاحزاب: 24

4 : سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 84، 85 مطبوعہ مصر 1936ء

5 : سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء

6 : سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء